اِس نے اَوروں کو بچایا

ایک خونی کا قصہ

اِس نے اَوروں کو بچایا

ایک خونی کا قصہ

is ne auroṅ ko bachāyā. ek ḳhūnī kā qissa

He Saved Others. The Story of a Murderer

(Urdu—Persian script)

© 2019 MIK

published and printed by

Good Word, New Delhi

for enquiries or to request more copies:

askandanswer786@gmail.com

ایک خونی کا قصہ

قفقاز کے پہاڑی علاقے میں دو یتیم نوجوان رہتے تھے۔ بڑا بھائی خدا پرست اور نیک چال چلن کا تھا۔ لیکن چھوٹا بھائی مختلف تھا۔ بڑے بھائی کی خدا پرست زندگی اُسے بہت بدمزہ معلوم ہوتی تھی، اور وہ اُس کی نصیحتوں اور کوششوں سے اُکتا گیا تھا۔ اکثر سکول سے بھاگ کر پتنگ اُڑانے اور جوا کھیلنے میں گھنٹوں مگن رہتا تھا۔ پھر بڑے بھائی نے کوشش کی کہ اُسے کوئی پیشہ سکھایا جائے، لیکن یہ بھی بےسود۔ غرض چھوٹے بھائی کا چال چلن بگڑتا چلا گیا، یہاں تک کہ وہ شرابی، جواری اور چور بن گیا۔ اُس کے یار دوست اُسے بہت دفعہ آدھی رات کو نشے کی حالت میں گھر پہنچایا کرتے تھے۔ بڑے بھائی نے بہت سمجھایا، بہت دھمکایا، بہت دعا کی اور رو رو کر منت بھی کی کہ ”اے

بھائی تُو کیوں میری اور اپنی زندگی کا نقصان کر رہا ہے؟" لیکن جتنا زیادہ وہ اُسے سمجھاتا تھا وہ اُتنا ہی زیادہ بگڑتا چلا جاتا تھا۔

ایک رات کو بڑا بھائی سو رہا تھا کہ دروازے پر شور ہوا۔ جب دروازہ کھولنے گیا تو چھوٹا بھائی اندر گھس آیا۔ سرتاپا خون آلود، کپڑے، ہاتھ اور منہ خون سے لال۔ تھرتھراتا ہوا اپنے بڑے بھائی سے کہنے لگا، "مجھے جلد کہیں چھپا دے۔ مَیں نے ابھی ایک شخص کو شراب خانے میں مار ڈالا ہے، اور پولیس میرا پیچھا کر رہی ہے۔"

بڑے بھائی نے کہا، "یہاں چھپنے کی جگہ کہاں؟ خیر اندر آؤ، منہ ہاتھ صاف کرو اور خون آلود کپڑے اُتار دو۔" یہ کہہ کر اُس نے دروازہ بند کرکے اپنے کپڑے اُتار دیئے۔ جب چھوٹا بھائی منہ ہاتھ دھو چکا تو بڑے بھائی نے اپنے صاف کپڑے اُسے پہنا دیئے اور اُس کے خون آلودہ کپڑے خود پہن لیئے۔

دروازے پر پھر شور ہونے لگا۔ اپنے چھوٹے بھائی کو ایک الماری میں بندکرکے وہ دروازہ کھولنے گیا تو پولیس کے سپاہی اندر گھس آئے اور اُس کو

گرفتار کرکے کہنے لگے، ”خونی! خونی! اِس کے کپڑوں کو دیکھو۔“ یہ کہہ کر اُسے گرفتار کر لیا اور جیل خانے میں لے جا کر بند کر دیا۔

صبح کو اُسے عدالت میں حاضر کیا گیا۔ مجسٹریٹ نے پوچھا، ”تم نے کیا کیا ہے؟“

اُس نے کہا، ”حضور، مَیں صرف اِتنا جانتا ہوں کہ اِس جرم کے لئے مجھے پھانسی دیا جائے گا۔“

”اچھا اپنا بیان دو۔“

”حضور، اَور کچھ نہیں کہنا چاہتا۔“

بہت کوشش کی گئی کہ وہ مزید بیان کرے لیکن بے سود۔ آخر میں مجسٹریٹ نے مجبور ہو کر پھانسی کا حکم دے دیا، اور سپاہی اُسے قید خانے تک لے گئے۔

پھانسی ملنے سے ایک دن پہلے شام کے وقت بڑے بھائی نے پہرے والے سے کہا، ”داروغے صاحب سے کہنا کہ مَیں اُن سے تھوڑی دیر کے لئے ملنا چاہتا ہوں۔“ جب داروغہ آیا تو اُس نے کہا، ”داروغے صاحب، میری آخری درخواست یہ ہے کہ مجھے اپنے چھوٹے بھائی کو چٹھی لکھنے کی اجازت

دی جائے اور اِس چٹھی کو میرے بھائی کے سوا اَور کوئی نہ کھولے۔ کیا آپ میری اِس درخواست کو منظور فرمائیں گے؟"

درخواست منظور ہوئی اور قیدی نے چٹھی لکھ کر پہرے والے کے ہاتھ داروغے کے پاس بھیج دی۔ اُس نے چٹھی لے کر میز پر رکھ دی۔ جب صبح ہوئی تو قیدی اپنے چھوٹے بھائی کے خون آلودہ کپڑے پہن کر پھانسی پر چڑھ گیا اور اپنی جان دے دی۔ اِس طرح اُس نے بھائی کو بچا لیا، لیکن اپنے آپ کو نہ بچا سکا۔

اِدھر اُس کی چٹھی چپراسی کے ہاتھ اُس کے چھوٹے بھائی کو بھیج دی گئی۔ جب اُس نے چٹھی دیکھی تو فوراً اپنے بڑے بھائی کے دستخط پہچان لئے اور لفافہ کھول کر پڑھنے لگا۔

> میرے عزیز چھوٹے بھائی!
>
> کل صبح مَیں تمہارے خون آلودہ کپڑے پہنے تمہارے عوض اپنی جان دوں گا۔ لیکن مَیں بڑی خوشی اور محبت سے اپنے آپ کو قربان کر رہا ہوں، کیونکہ مجھے کامل اُمید ہے کہ تم میرے صاف اور بے داغ کپڑے پہن کر ایسی زندگی بسر

> کروگے جس سے ہمارے خاندان اور نام کی عزت ہو گی اور میری اِس محبت کی یاد میں تم اپنے گناہوں کو ترک کر دو گے۔
>
> تمہارا پیارا بھائی

خط پڑھتے ہی چھوٹے بھائی کے دل پر اِتنا اثر ہوا کہ وہ منہ کے بل گر پڑا اور زار زار رونے لگا۔ پھر دوڑ کر جیل خانے کی طرف گیا اور اپنے بھائی کی چِٹھی داروغے کو دکھا کر کہنے لگا، ”افسوس، افسوس کہ مَیں اپنے بڑے بھائی کی موت کا باعث ہوا۔ مجھے بھی کیوں نہ پھانسی دیا جائے۔ مَیں ہرگز زندہ رہنے کا حق دار نہیں۔“

چھوٹے بھائی کو بھی مجسٹریٹ کے سامنے عدالت میں حاضر کیا گیا اور اُس نے ساری واردات کہہ سنائی۔ مجسٹریٹ نے حاکمِ بالا سے مشورہ کرکے یہ فیصلہ سنایا کہ ”بڑے بھائی کی عجیب و غریب اور پُرمحبت قربانی کو آفرین کہتے ہوئے ہمارا یہی فیصلہ ہے کہ اگر یہ نوجوان اپنے بھائی کی محبت اورقربانی کو یاد رکھتے ہوئے آئندہ اپنی زندگی کو سُدھار لے اورنیک چال چلن اختیار کرلے تو ہم سزا کا فتویٰ نہیں دیتے۔“

چھوٹے بھائی نے رو رو کر کہا، ”جج صاحب، مَیں کیسے دوبارہ اُن گناہوں کی طرف مائل ہو سکتا ہوں جن کے سبب سے میرے عزیز بھائی نے اپنی

جان میرے بدلے قربان کر دی؟" اُس کے جان پہچان یہ کہتے ہیں کہ اُس دن سے اُس کا چال چلن بالکل تبدیل ہوگیا اور ایسی بےعیب اور پاک زندگی بسر کرنے لگا کہ نیکی، دیانت داری، شرافت اورخدا پرستی میں اپنے بھائی پر بھی سبقت لے گیا۔

جہنم کے لائق

چھوٹے بھائی کی طرح ہمیں بھی گناہ کی سزا کے بارے میں تعلیم دی گئی ہے۔ اللہ نے ہمیں بڑی صفائی سے بتایا ہے کہ گناہ کا اجر موت ہے اور کہ اِس کی سزا نہایت ہولناک ہے۔ لیکن اِن باتوں کے سمجھانے سے ہم نہیں سمجھتے اور نہ ہی اپنا چال چلن درست کرتے ہیں۔ نتیجے میں ہم اپنی اور دوسروں کی زندگی کو گناہ کی زنجیروں سے جکڑ کر جہنم کے لائق ہیں۔ ہم دھوکا دے کر سچائی کا خون کرتے ہیں، ناپاکی کے فعلوں سے پاکیزگی کا ستیاناس کرتے ہیں، بدی کر کے نیکی کو برباد کرتے ہیں اور بے انصافی اور رشوت سے انصاف کا خون کر دیتے ہیں۔ عزیز قاری، کیا نیکی، انصاف، پاکیزگی اورسچائی کا خون کوئی چھوٹی سی بات ہے؟ اِس قسم کے خون کی سزا خدا بہت خوف ناک صورت میں بیان کرتا ہے۔ ہم سچائی، پاکیزگی اورمحبت کے خونی ثابت

ہوئے ہیں۔ اِس وجہ سے ہم پر سزا کا حکم ہو چکا ہے۔ تو بھی ہمارا خداوند ہماری موت اور ہلاکت سے خوش نہیں۔ اِس لئے وہ چاہتا ہے کہ گناہ کی سزا سے ہمیں بچائے اور معافی بخشے۔

اُنہوں نے ہماری سزا خود اُٹھائی

لیکن معافی بخشنے سے معافی بخشنے والا مجرم کی سزا خود برداشت کرتا ہے۔ جو انسان کے گناہوں کو معاف کرنا چاہے، لازم ہے کہ وہ اُن کے گناہوں کا عوضانہ خود دے۔ کیونکہ جو اَوروں کو بچاتا ہے وہ خود اُس دُکھ اور تکلیف سے نہیں بچ سکتا۔ جب حضرت عیسیٰ صلیب پر لٹکے ہوئے تھے تو اُن کے ستانے والے اُنہیں ٹھٹھوں میں اُڑاتے ہوئے کہنے لگے کہ "اگر تُو اللہ کا فرزند ہے تو صلیب پر سے اُتر آ کہ ہم بھی ایمان لائیں۔" پھر سر ہلا ہلا کر کہنے لگے، "اِس نے اَوروں کو بچایا، لیکن اپنے آپ کو نہیں بچا سکتا۔" کیا خوب کہا! اُن کے دشمن نہیں جانتے تھے کہ اِنہی الفاظ پر تو انجیل کی حقیقت کا دار و مدار ہے۔ معاف کرنے کا حق وہی حاصل کرسکتا ہے جو مجرم کے عوض عدل کے تقاضے کو پورا کرے۔ حضور المسیح کو یہ حق اِس لئے حاصل ہے کہ آپ

نے اپنی جان گناہ گار کے عوض قربان کر دی۔ اُنھوں نے گناہ گار کو معافی بخشنے کا حق صلیبی موت سے حاصل کیا۔

کیا معافی کا اُمیدوار اور معافی دینے والا دونوں مجرم کی سزا سے بچ سکتے ہیں؟ اگر مَیں کسی سے معافی چاہوں تو ظاہر ہے کہ مَیں نے اُس کا کچھ نقصان کیا ہے۔ اگر وہ مجھے معاف کرے تو اِس کا مطلب ہے کہ وہ اِس نقصان کو خود برداشت کرتا ہے۔ یہ بات پکی ہے کہ جو اَوروں کو معاف کرتا اور اُن کو بچاتا ہے وہ آپ نہیں بچ سکتا۔ حضور المسیح خود نہ بچ سکے، کیونکہ دوسروں کو بچانا چاہتے تھے۔ چنانچہ صلیبی موت سے اُنھوں نے گریز نہ کیا بلکہ پکار کر کہا کہ اِن میرے قتل کرنے والوں کو معاف کر کیونکہ یہ جانتے نہیں کہ کیا کرتے ہیں۔

چنانچہ عدالتِ الٰہی کا فیصلہ یہ ہے کہ جو کوئی المسیح کی اِس عجیب و غریب محبت اور قربانی پر ایمان لائے اور اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرے وہ معافی پائے گا۔ کیونکہ لکھا ہے کہ

> ہم ابھی کمزور ہی تھے تو مسیح نے ہم بے دینوں کی خاطر اپنی جان دے دی۔ مشکل سے ہی کوئی کسی راست باز کی خاطر اپنی جان دے گا۔ ہاں، ممکن ہے کہ کوئی کسی نیکو کار کے لئے

> اپنی جان دینے کی جرأت کرے۔ لیکن اللہ نے ہم سے اپنی
> محبت کا اظہار یوں کیا کہ مسیح نے اُس وقت ہماری خاطر اپنی
> جان دی جب ہم گناہ گار ہی تھے۔ ہمیں مسیح کے خون سے
> راست باز ٹھہرایا گیا ہے۔ تو یہ بات کتنی یقینی ہے کہ ہم اُس
> کے وسیلے سے اللہ کے غضب سے بچیں گے۔ (رومیوں 5:6-9)

اگر آپ گناہوں کی معافی حاصل کرنا چاہیں تو آج ہی یہ دعا کریں، "اے خدا، مَیں تیرا بڑا گناہ گار و نالائق بندہ ہوں۔ مَیں نے گناہ کر کے نیکی کا خون کیا اور ناپاکی کو دل میں جگہ دے کر تجھے غصہ دلایا اور تجھے بہت رنجیدہ کیا۔ اِس میں شک نہیں کہ مَیں سزا کے لائق ہوں۔ لیکن آج مَیں ایمان لاتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ میرے گناہوں کی خاطر قربان ہوئے۔ مَیں تیرے پاس آتا ہوں، تُو حضور المسیح کے نام کی خاطر مجھے معاف کر اور اُن کے خون سے میرے دل کو دھو ڈال اور گناہ کی غلامی سے رہائی بخش۔ مَیں حضرت عیسیٰ کے نام میں یہ دعا مانگتا ہوں۔ آمین۔"